حرف آغاز

انابت الیٰ اللہ

———— سید جلال الدین عمری

انابت کا معنی و مفہوم

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں ایمان، عبادت، اطاعت، تقویٰ اور اخلاص جیسے اعلیٰ اوصاف دیکھنا چاہتا ہے۔ ان ہی میں ایک وصف 'انابت' بھی ہے۔ انابت کے معنی ہیں: بار بار پلٹنا۔ اس میں ملاقات کے لیے وقتاً فوقتاً حاضر ہونے کا بھی تصور ہے[1]

انابت الی اللہ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف پورے اخلاص کے ساتھ پلٹنا اور رجوع کرنا۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں:

لِانابة الرجوع الَی اللّٰه بالاِخلاص[2]	اللہ کی طرف اخلاص کے ساتھ رجوع کرنا انابت ہے۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ انابت الی اللہ عبادت میں، اخلاق میں، معاملات میں، دعوت اور اقامت دین کی سعی و جہد میں، مخالفتوں کے جواب میں، تکلیف و پریشانی میں، گناہوں سے مغفرت کی طلب میں، زندگی کے ہر قدم پر اور ہر معاملے میں مطلوب ہے:

انابت دین فطرت کا تقاضا

سورۂ روم میں شرک کی تردید اور اس کی نامعقولیت کے بیان کے بعد توحید کی

---

[1] انابت کا مادہ نوب ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں: النوب رجوع الشیء مرة بعد اخری ... و فلان ینتاب فلانا ای یقصده مرة بعد اخری۔ مفردات القرآن، مادہ نوب، ص:۵۰۹

[2] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج۸، جزء۱۵، ص۱۷۵۔ امام راغب کہتے ہیں: والانابة الی الله تعالیٰ الرجوع الیه بالتوبة و اخلاص العمل، مفرات القرآن، ص:۵۰۹

دعوت ہے۔ کہا گیا کہ توحید دینِ فطرت ہے، اسے یکسوئی کے ساتھ اختیار کیا جائے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفاً فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (الروم: ۳۰)

اپنا رخ ہر طرف سے یکسو ہوکر اللہ کے دین کی طرف پھیرلو۔ یہ اللہ کی پیدا کردہ فطرت ہے، جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی ۔ یہ دینِ قیم (سیدھا) ہے، لیکن اکثر لوگ اسے نہیں جانتے۔

اس کے بعد دینِ فطرت پر یکسوئی کے ساتھ قائم رہنے کے لیے کہا گیا:

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعاً كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ○ (الروم: ۳۱،۳۲)

(دینِ فطرت پر عمل کرو) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے، اس کا تقویٰ اختیار کرو، نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہوجاؤ، جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا اور گروہوں میں بٹ گئے۔ ان میں سے ہر فرقہ کے پاس جو کچھ ہے اسی میں وہ مگن ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ دینِ فطرت پر قائم رہنے کے لیے ضروری ہے کہ انابت، تقویٰ اور اقامتِ صلوٰۃ پر عمل ہو اور کسی بھی عمل میں مشرکوں کا سا رویہ نہ اختیار کیا جائے۔ مشرکوں کے بارے میں کہا گیا کہ توحید کو چھوڑنے کے نتیجہ میں وہ مختلف فرقوں میں بٹ گئے ہیں اور ہر فرقہ اپنے خیال میں مست ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دینِ فطرت انابت اور تقویٰ کا طالب ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ نماز اور عبادت، اللہ ہی کے لیے ہو اور یہی اہل ایمان کے درمیان اتحاد و اتفاق کی بنیاد بنے۔ اختلاف اور گروہ بندی مشرکانہ روش ہے، اس سے اجتناب ہونا چاہیے۔

طاغوت سے اجتناب اور انابت

کفر بالطاغوت اور ایمان باللہ دین کی اساس ہے۔ جو شخص اس احساس پر قائم ہے، اس کے ہاتھ میں ایک ایسی مضبوط رسی ہے، جو ٹوٹتی نہیں ہے۔ وہ اسے لازماً اللہ تک

پہنچائے گی:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (البقرۃ:۲۵۶)

پس جو طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے، اس نے ایک مضبوط سہارا تھام لیا، جو ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

طاغوت سے اجتناب کے ساتھ انابت الی اللہ اور قرآن مجید کی اتباع ضروری ہے۔اس راہ کے اختیار کرنے والے کے لیے دنیا میں اجر وثواب کی اور آخرت میں جنت کی بشارت ہے:[1]

وَ الَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى فَبَشِّرْ عِبَادِ ○ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○

(الزمر:۱۷،۱۸)

وہ لوگ جنھوں نے طاغوت کی عبادت سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا ان کے لیے بشارت ہے۔ لہٰذا میرے بندوں کو بشارت دے دو، جو ہر بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس میں جو احسن ہے اس کی اتباع کرتے ہیں۔یہی لوگ ہیں، جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی عقل والے ہیں۔

انابت سے ہدایت ملتی ہے

اَللّٰهُ يَجْتَبِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ○ (الشوریٰ:۱۳)

اللہ تعالیٰ منتخب کر لیتا ہے اپنے لیے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے اس شخص کو جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔

یہاں نبوت و رسالت اور اللہ کے قانونِ ہدایت کا ذکر ہے۔نبوت و رسالت کے متعلق فرمایا کہ یہ کسبی چیز نہیں ہے کہ آدمی محنت سے اسے حاصل کر لے، بلکہ یہ منصب خالصتاً وہبی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کے لیے جس کا چاہے انتخاب کرتا ہے۔جہاں تک ہدایت کا تعلق ہے اس سلسلہ میں اللہ کا ضابطہ یہ ہے کہ جو کوئی اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے وہ ہدایت سے نوازتا ہے۔

---

[1] ذیل کی آیت کے سلسلے میں ملاحظہ ہو زمخشری، الکشاف عن حقائق التنزیل: ۱۱۶/۴

آیاتِ کائنات سے راہ نمائی کے لیے انابت چاہیے

ایک جگہ ارشاد ہے: کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ کی نشانیوں پر وہی شخص غور کرتا اور فائدہ اٹھاتا ہے، جس کے اندر 'انابت' کا جذبہ پایا جائے:

هُوَ الَّذِىْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا وَّ مَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ○ (المومن:۱۳)

وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمھارے لیے آسمان سے رزق نازل کرتا ہے۔ اس سے وہی نصیحت حاصل کرتا ہے، جسے اللہ کی طرف رجوع حاصل ہو۔

یہی بات سورہ 'قٓ' میں کسی قدر تفصیل سے بیان ہوئی ہے:

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَ زَيَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ○ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِىَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ○ تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ○ (قٓ:۶-۸)

کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ کس طرح ہم نے اسے بنایا اور اسے رونق عطا کی ہے۔ اس میں کوئی شگاف نہیں ہے۔ ہم نے اس میں پہاڑ جمادیے ہیں اور ہر طرح کی بارونق نباتات اگادی ہے۔ اس میں ہر اس بندے کے لیے بصیرت اور نصیحت ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرے۔

رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کسی محسوس اور مادی معجزے کا مطالبہ کرتے تھے۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ یہ قرآن خود معجزہ ہے۔ اس کا انکار کرکے کچھ لوگ گمراہ ہورہے ہیں اور جن کو اللہ کی طرف رجوع نصیب ہے وہ اس سے ہدایت پا رہے ہیں:

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ○ (الرعد:۲۷)

جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ اس شخص (محمد ﷺ) پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل کی گئی؟ ان سے کہہ دو اللہ (اس طرح) جسے چاہتا ہے گم راہ کرتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے ہدایت سے نوازتا ہے۔

انابت اور توبہ

انابت الی اللہ دراصل توبہ ہے۔ توبہ کے معنی گناہوں سے کنارہ کشی اور اللہ کی طرف رجوع کے ہیں۔ جب بندہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ کی نظر عنایت بھی اس کی طرف ہوتی ہے:[۱]

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ وَ اَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ○ وَ اتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ (الزمر:۵۳-۵۵)

کہہ دو اے میرے بندو جنھوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے کہ تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ بے شک اللہ تمام گناہوں کو معاف کردے گا۔ یقیناً وہ غفور ورحیم ہے۔ اپنے رب کی طرف انابت اختیار کرو اور اس کے سامنے جھک جاؤ، قبل اس کے کہ تم پر عذاب آ جائے اور پھر کہیں سے تمھاری مدد نہ ہو، اور اتباع کرو اس بہتر ہدایت کی جو تمھارے رب کی طرف سے تمھارے لیے نازل کی گئی ہے اس سے پہلے کہ اچانک تم پر عذاب آ جائے اور تمھیں اس کا شعور بھی نہ ہو پائے۔

ان آیات میں بڑے سے بڑے گناہ گار اور معصیت کیش کے لیے بھی اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا گناہ معاف کردے گا۔ اسی کے ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ انسان انابت اور اسلام کی راہ اختیار کرے۔ یہ درحقیقت ایک شرط ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے اعلان مغفرت سے مطمئن ہوکر اور زیادہ دیدہ دلیری کے ساتھ معصیت کی راہ پر گام زن نہ ہو، بلکہ غلط روش سے

---

۱ صاحب القاموس کہتے ہیں: تاب الی اللہ کے معنی ہیں 'رجع عن المعاصی' اس نے معصیت سے رجوع کیا۔ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہوتی ہے۔ اس کے معنی توفیق و ہدایت، آسانی فراہم کرنا اور اللہ کے فضل و کرم کے ہیں۔ اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کو توّاب کہا جاتا ہے۔ تاب اللہ علیه وفقه للتوبة او رجع به من التشديد الى التخفيف او رجع عليه لفضله و قبوله و هو توّاب على عباده۔ القاموس المحیط، مادہ تاب، ص:۹۰

توبہ کرے، اس کی طرف پلٹے اوراس کے احکام و ہدایات کی پابندی اختیار کرے۔زمخشری نے اسے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

انما ذکر الاِنابة علی اثر المغفرة لئلا یطمع طامع فی حصولھا بغیر توبة، وللدلالة علی انھا شرط فیھا لازم لاَ تحصل بدونه[۱]

مغفرت کے بعد انابت کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے، تاکہ کوئی جھوٹی طمع کرنے والا توبہ کے بغیر ہی اس کی طمع نہ کرنے لگے۔ یہ اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ توبہ اور انابت، شرط لازم ہے مغفرت کے لیے۔اس کے بغیر وہ حاصل نہیں ہوسکتی۔

انابت، اسلام اور اتباع یہ ایک ہی حقیقت کے مختلف پہلو ہیں۔اگر فرق کیا جاسکے تو کہا جائے گا کہ انابت سے قلبی کیفیت اور اسلام سے اس کا عملی اظہار مراد ہے اور اتباعِ احکامِ خداوندی اس کی تفصیل ہے۔اگر یہ نہ ہو تو دنیا اور آخرت میں اللہ کی پکڑ بھی ہوسکتی ہے۔

حضرت داوٗد علیہ السلام کی قرآن نے تعریف کی ہے:

اُذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝ (صٓ:۱۷)

ہمارے بندے داوٗد کا ذکر کرو۔ وہ بڑے اقتدار والے اور اللہ کی طرف بہت زیادہ رجوع ہونے والے تھے۔

مطلب یہ کہ حکومت اور غیر معمولی اختیارات کے باوجود وہ اللہ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرتے تھے۔ ان سے ایک معاملے میں بھول ہوگئی۔لیکن جب تنبہ ہوا تو اللہ کے سامنے جھک گئے اور انابت اختیار کی۔اللہ نے انھیں معاف کیا اور ان کے درجات بلند کیے:

فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ ۝ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ (صٓ:۲۴-۲۵)

پھرانھوں نے اپنے رب سے مغفرت چاہی اور گر پڑے جھک کر۔ پس ہم نے ان کو اس معاملہ میں معاف کر دیا۔ بے شک انھیں ہمارے پاس قربت اور اچھا ٹھکانا ہے۔

انابت الی اللہ رسولوں کا ایک وصفِ خاص

اللہ تعالیٰ کے رسولوں کا ایک نمایاں وصف ان کی انابت ہے۔وہ جس طرح اللہ

---

[۱] زمخشری، الکشاف:۴/۱۳۱

تعالیٰ کی طرف بار بار رجوع کرتے ہیں، اس کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایمان اور اسلام، ان کا اللہ کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرنا، اس کی راہ میں تکلیفیں برداشت کرنا، بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے میں ذرہ برابر پس وپیش نہ کرنا ان کی زندگی کے نمایاں پہلو ہیں۔ ان کی انابت اور رجوع الی اللہ کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ لَحَلِيۡمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيۡبٌ ○ (ہود:۷۵)

بے شک ابراہیم، بڑے حلیم، نرم دل اور اللہ کی طرف متوجہ رہنے والے تھے۔

یہاں حضرت ابراہیم کی تین صفات بیان ہوئی ہیں: ایک یہ کہ وہ حلیم تھے۔ یعنی بردبار تھے، جلد باز نہ تھے۔ ان کے مخالفین نے ان کے ساتھ بدترین رویہ اختیار کیا۔ وہ اس پر مشتعل نہ ہوئے، ان کا جواب نہ دیا اور صبر کیا۔ ان کی دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ 'اوّاہ' تھے۔ اس کا مطلب ہے وہ اللہ کے خوف اور خشیت سے بہت زیادہ آہ وزاری کرتے تھے۔ ہر وقت ان پر اس کی ہیبت طاری رہتی تھی۔ ان کی تیسری خوبی یہ کہ ان کے اندر انابت تھی، وہ اللہ کی رضا کے طالب تھے، ہمیشہ اس کی طرف متوجہ ہوتے اور اس کے ہر حکم کی تعمیل میں سرگرم رہتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام ایسی سلطنت کے مالک تھے جیسی کسی کو نہیں عطا ہوئی تھی۔ ان کے متعلق ارشاد ہے۔

نِعۡمَ الۡعَبۡدُ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ○ (ص:۳۰)

وہ اللہ کے اچھے بندے تھے اور اس کی طرف کثرت سے رجوع کرتے تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت مدین کی طرف ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ واحد کی عبادت اور اس کی ہدایت کے تحت زندگی گزارنے، خاص طور پر معاملات کی درستگی کی دعوت دی۔ جب ان کی دعوت کی شدید مخالفت ہونے لگی تو وہ قوم سے کہتے ہیں:

وَ مَاۤ اُرِيۡدُ اَنۡ اُخَالِفَكُمۡ اِلٰى مَاۤ اَنۡهٰكُمۡ عَنۡهُ اِنۡ اُرِيۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ وَ مَا تَوۡفِيۡقِىۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَ اِلَيۡهِ اُنِيۡبُ ○ (ہود:۸۸)

میں نہیں چاہتا کہ پلٹ کر وہی کام کروں، جس سے میں تمھیں منع کر رہا ہوں۔ میں جہاں تک ہو سکے صرف اصلاح چاہتا ہوں۔ یہ سب کچھ اللہ کی توفیق ہی سے میرے لیے ممکن ہے۔ اس پر میرا توکل اور اعتماد ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

مطلب یہ کہ جن امور سے باز رہنے کی میں تمھیں نصیحت کررہا ہوں، بعد میں ان کا ارتکاب کرکے میں اپنی دنیا نہیں بنا رہا ہوں۔ میں تو حسب استطاعت اصلاحِ حال کی کوشش کررہا ہوں۔ یہ سب کچھ اللہ کی توفیق ہی سے ہوسکتا ہے۔ اس لیے اس پر میرا بھروسہ ہے اور اپنے تمام معاملات میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ اپنے مخاطبین سے فرماتے ہیں: اختلافات میں فیصلہ کا حق اللہ کو حاصل ہے۔ کسی بھی معاملہ میں اس کا فیصلہ آخری فیصلہ ہے۔ دنیا اور آخرت میں وہی فیصلہ کرے گا۔ تم جن امور میں مجھ سے اختلاف کرتے ہو، دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعے کیا ہدایت دی ہے اور کیا دلائل فراہم کیے ہیں۔ تمھاری مخالفت جاری ہے تو اس کے مقابلہ میں مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل اور اعتماد ہے۔ ہر معاملے میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، وہ مجھے بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا:

وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗ اِلَى اللّٰهِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ ○ (الشوریٰ:۱۰)	جس بات میں بھی تم نے اختلاف کیا اس کا فیصلہ اللہ کے حوالے ہے۔ وہ اللہ میرا رب ہے۔ اسی پر میں نے توکل کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

اللہ کے رسولوں کی دعوتِ دین اور زندگی کے تمام معاملات میں انابت الی اللہ کی یہ مثالیں ہیں۔ اہل ایمان کے لیے یہ نمونہ ہیں۔ ان کے اندر بھی یہی کیفیت ہونی چاہیے۔

جن کے اندر انابت ہے ان کی اتباع کی جائے

قرآن مجید میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی بڑی تاکید ہے۔ ایک جگہ کہا گیا کہ وہ مشرک ہیں تو بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کرو، لیکن اگر وہ تمھیں شرک کی راہ پر لے جانے کی کوشش کریں تو ان کا ساتھ نہ دو۔ اتباع ان لوگوں کی کرو جن کو انابت الی اللہ، حاصل ہے، جو دل و جان سے اللہ کی طرف متوجہ ہیں اور صرف اسی کی عبادت و اطاعت کررہے ہیں۔

وَ اِنۡ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنۡ تُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَ صَاحِبۡهُمَا فِى الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا ۡ وَّ اتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَىَّ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ○
(لقمان: ۱۵)

اگر وہ دونوں تم پر زور ڈالیں کہ تم میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرو، جس کا تمھیں علم نہیں ہے تو تم ان کی بات نہ مانو، لیکن دنیا کی زندگی میں معروف کے مطابق ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ ان لوگوں کا راستہ اختیار کرو، جن کا میری طرف رجوع ہے۔ پھر تمھیں میری طرف پلٹ کر آنا ہے، اس وقت میں بتاؤں گا کہ تم کیا کر رہے تھے۔

ایک جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے حوالے سے کہا گیا کہ اہل ایمان کا دامن کفر و شرک سے پاک ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے دشمنوں سے کنارہ کش رہتے ہیں اور کوئی ایسا رویہ نہیں اختیار کرتے، جس سے اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کو نقصان پہنچے۔ ان کی دعا ہوتی ہے:

رَبَّنَا عَلَيۡكَ تَوَكَّلۡنَا وَ اِلَيۡكَ اَنَبۡنَا وَ اِلَيۡكَ الۡمَصِيۡرُ ○ رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَاغۡفِرۡ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ○
(الممتحنۃ: ۴، ۵)

اے ہمارے رب ہم تجھ پر توکل کرتے ہیں، تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیرے ہی پاس پلٹ کر جانا ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں کافروں کے ظلم کا نشانہ نہ بننے دے، ہماری مغفرت فرما دے ہمارے رب۔ بے شک تو زبردست اور حکمت والا ہے۔

انابت سے جنت کا استحقاق

اللہ تعالیٰ کی نعمت بھری جنت کے مستحق وہ خوش بخت انسان قرار پائیں گے، جو 'قلب سلیم' لے کر وہاں حاضر ہوں گے۔ (الشعراء:۸۹) 'قلب سلیم' وہ ہے، جو ہر طرح کے فکری بگاڑ، غلط جذبات و احساسات اور اخلاقی کمزوریوں سے پاک ہو اور جس میں اللہ تعالیٰ پر ایمان و یقین، اس سے محبت اور اخلاص اور اس کی اطاعت کا جذبہ پرورش پا رہا ہو۔ اسے 'قلب منیب' بھی کہا گیا ہے۔ سورۂ ق میں ہے کہ خدا کے نافرمان جہنم میں مسلسل پہنچائے

جائیں گے، لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرے گا۔ وہ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کی صدا لگائے گی۔ جنت متقیوں کے قریب کر دی جائے گی۔ وہ اسے سامنے دیکھیں گے۔ ان سے کہا جائے گا:

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ○ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ○ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ○ لَهُمْ مَّا يَشَآؤُنَ فِيْهَا وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ ○ (قٓ:۳۱-۳۵)

یہ ہے وہ (جنت) جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، یہ ہر اس شخص کے لیے ہے جو اللہ کی طرف رجوع ہونے والا، اس کے قائم کردہ حدود کی حفاظت کرنے والا ہے۔ جو خدائے رحمٰن سے، اسے دیکھے بغیر خشیت رکھتا ہے اور جو 'قلب منیب' (رجوع ہونے والا دل) لے کر آیا ہے۔ اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ ان کے لیے (یہاں) وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔

یہاں اہل ایمان کی، جو جنت کی ابدی نعمتوں کے مستحق قرار پائیں گے، بعض نمایاں صفات بیان ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ وہ 'اوّاب' ہوتے ہیں[۱] یعنی وہ اللہ کی طرف کثرت سے رجوع کرتے ہیں۔ یہ ان کے ذکر، دعا، استعانت اور خوف و رجاء کی کیفیت کا بیان ہے۔ ان کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ اللہ کے قائم کردہ حدود کی حفاظت کرتے ہیں، کسی بھی معاملہ میں ان سے باہر قدم نہیں رکھتے۔ ان کی تیسری صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، جو پردۂ غیب میں ہے، اس کا خوف اور خشیت ان میں پائی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں اہل ایمان کا حال ایک جگہ یہ بیان ہوا ہے کہ اپنے تمام نیک اعمال اور سب کچھ اللہ کی راہ میں لگا دینے کے باوجود اس سے کانپتے رہتے ہیں۔ (المومنون:۶۰) اس سلسلے میں چوتھی خوبی یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ 'قلب منیب' لے کر حاضر ہوں گے۔ قلب منیب ان تمام اعلیٰ صفات کا مسکن ہے، جن سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور یہی مردِ مومن کا اصل سرمایہ ہے۔

☆☆

(۱) زمخشری نے 'اوّاب' کی تفسیر 'الرجاع الی ذکر اللہ' سے کی ہے۔ الکشاف: ۲۸۰/۴۔ امام راغب کہتے ہیں۔ اَلْاَوَّاب کالتَّوّاب وھو الراجع الی اللہ تعالیٰ بترک المعاصی و فعل الطاعات۔ مفردات القرآن، مادہ اوب، ص: ۴۰